قومی تشخص کی تلاش اور کریمیا کے تاتاری

برائین جی ولیمز☆

کریمیا کے تاتاریوں میں قومی تشخص کے احیا کی تحریک در حقیقت ۱۷۸۳ء میں اس وقت شروع ہوئی جب کریمیا کی آزاد حکومت کو توسیع پسند زاروں نے روسی سلطنت کا حصہ بنایا۔ اس وقت کریمیا کے تاتاری راسخ العقیدہ مسلمان تھے اور ان کے لئے اپنے وطن کی حیثیت دارالاسلام کی سی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ جب سترہویں اور اٹھارویں صدی میں روسی اپنے توسیع پسندانہ عزائم کی تکمیل کے لئے چارسو ہاتھ پاؤں مار رہے تھے تو ان کے ان عزائم کی راہ میں کریمیا کے تاتاری اسلامی دنیا کے لئے زبردست دفاعی حصار ثابت ہوئے۔ اس وقت کریمیا میں ایک سو ساٹھ سے زیادہ مساجد اور مکتب تھے اور ملاّ و امام کو کریمیا کے مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں فیصلہ کن حیثیت حاصل تھی۔ کریمیا پر زرینہ کتھرائن کے قبضے کے بعد کی صدی کریمیا کے تاتاریوں کے لئے ایک پر آشوب زمانہ تھا۔ اس وقت بلقان کے عیسائی اپنی آزادی کے تحفظ کے لئے اپنے آپ کو قومی سطح پر منظم کر رہے تھے لیکن کریمیا کے سخت جان تاتاری تن آسان کسانوں میں تبدیل ہو کر اپنے روایتی حلیف سلطنت عثمانیہ کی جانب ہجرت کر رہے تھے۔ کریمیا میں ان کی زمینوں پر روسی زمیندار قابض ہو چکے تھے۔ نئے قوانین ان کے رواج و رسومات سے متصادم تھے اور یورپی طرز زندگی کے ساتھ اپنے آپ کو مانوس کرانا ان کے لئے مشکل تھا۔ کریمیا کے نئے آقاؤں نے غیور تاتاریوں کو جبر و تشدد کے زور سے دبانے کی ہر ممکن کوشش کی اور ان کو مذہبی رسومات کی ادائیگی سے روکنے کے لئے سخت اقدامات کئے۔ مساجد کو تالے لگائے، اماموں کو تہ تیغ کیا اور کریمیا کی سرزمین پر ان کی مذہبی آزادی سلب کر لی گئی۔ اس صورتحال نے بہت سے راسخ العقیدہ مسلمانوں کے لئے کریمیا کو دارالحرب بنادیا چنانچہ انہوں نے اپنا دین وایمان اور عزت وآبرو بچانے کے لئے سلطنت عثمانیہ کی طرف ہجرت کرنے ہی میں عافیت سمجھی۔ تاتاریوں نے

☆Brian G. Williams, "A Community Reimagined: The Role of "Homeland in the Forging of National Identity: The Care of the Crimean Tatars," *Journal of Muslim Minority Affairs*, PP.17:2 (1997) PP. 225-252 (تلخیص: حیران خٹک)

پہلی دفعہ ۱۷۹۲ء میں معاہدہ جاسی پر دستخط ہو جانے کے بعد سب سے بڑی ہجرت کی جس کے مطابق سلطنت عثمانیہ نے اس علاقہ پر روس کی عملداری تسلیم کرلی۔ اس ہجرت کے نتیجے میں تقریباً ساٹھ ہزار تاتاری مسلمانوں نے سلطنت عثمانیہ کا رخ کیا۔ یہ سلسلہ بعد کی صدی میں بھی جاری رہا۔ بعض مورخین اس سلسلے میں ترک حکومت کے ایجنٹوں کو بھی موردالزام ٹھہراتے ہیں جن کی ترغیب پر تاتاریوں نے کریمیا کو خیرباد کہا۔

اس ہجرت میں زیادہ قصور خود روسی حکام کا تھا جو دنیائے اسلام کے ساتھ تاتاریوں کے تعلق سے خوفزدہ تھے اور اس تعلق کے لئے مذہبی عصبیت کی اصطلاح کو شدومد کے ساتھ استعمال کرتے تھے۔ اس وجہ سے روس کے فوجی حکام ترکوں اور تاتاریوں کے درمیان مذہبی، ثقافتی، تاریخی اور خونی رشتوں کو نہایت شک کی نظروں سے دیکھتے تھے۔ روسیوں نے ترکی کے ساتھ جنگ (۱۸۰۶-۱۸۱۲) اور عثمانیوں اور اتحادیوں کے ساتھ جنگ (۱۸۵۳-۱۸۵۶) کے موقعوں پر کریمیا کے مسلمانوں کو خصوصی طور پر ظلم و ستم کا نشانہ بنایا اور ان علاقوں میں برسرپیکار ترکی کے بحری بیڑے کے ساتھ ان کے روابط کو منقطع کرنے کے لئے ساحلی علاقوں پر آباد تمام مسلمانوں کو گھروں سے جبراً نکلوادیا گیا۔ چنانچہ انہوں نے ترکی میں نئی زندگی شروع کرنے اور دارالاسلام کی پرامن فضامیں رہنے کے لئے کریمیا کو الوداع کہا۔ تاتاریوں نے امن کی تلاش میں ترکی کا رخ کیا لیکن بدقسمتی سے بہت کم تاتاری ترکی پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔ باوثوق ذرائع کے مطابق اس موقع پر کریمیا کی دو تہائی آبادی نے نہایت بے سروسامانی کے عالم میں اپنا گھربار چھوڑا۔ لیکن ایک لاکھ اسی ہزار کی آبادی میں ساٹھ ہزار تاتاری نقل مکانی کے دوران بحیرہ اسود کی طوفانی موجوں یا مختلف قسم کی بیماریوں کی نذر ہوگئے۔ ترکی صحیح سلامت پہنچنے والے تاتاری آئندہ دو نسلوں کے دوران مقامی باشندوں میں گھل مل گئے، لیکن بلغاریہ اور رومانیہ جانے والے تاتاریوں نے عیسائی آبادی میں اپنی انفرادیت برقرار رکھی اور اپنی پہچان قومیت کے بجائے مذہب کی بنیاد پر پائی۔ سلطنت عثمانیہ کی طرف کثیر تعداد میں تاتاریوں کی ہجرت کے نتیجے میں جزیرہ نما کریمیا کے مسلمانوں میں تشخص کا بحران پیدا ہوا۔

روسیوں کے صد سالہ دور استبداد نے اگرچہ تاتاریوں کو ہر قسم کی شناخت سے محروم کردیا تھا لیکن اس کے باوجود ان کے اندر مسلمان ہونے کا احساس تھوڑا بہت باقی تھا۔ اس صورتحال کو تبدیل کرانے اور تاتاریوں کے قومی تشخص کی بحالی کے لئے ۱۸۷۰ء میں اسماعیل گسپرالی کی قیادت میں نئی نسل کے جدید تعلیم یافتہ تاتاری دانشوروں نے ایک

تحریک شروع کی اور قدیم مذہبی تعلیمی اداروں اور مدرسوں کو ہدف تنقید بناتے ہوئے جدید طرز کے سکولوں کا ایک جال بچھایا۔ اس نئے نظام کے نتیجے میں بیسویں صدی کے اوائل میں ان اداروں کے تعلیم یافتہ بہت سے افراد مقامی انتظامیہ کے ذمہ دار عہدوں پر متمکن ہوئے۔

گسپر الی عظیم تر ترک نسل کی تشکیل کا داعی تھا اور اس مقصد کے حصول کے لئے وہ اپنے اخبار 'ترجمان' کو موثر انداز سے استعمال کر رہا تھا۔ لیکن مختلف وجوہات کی بنا پر یہ تحریک کامیاب نہ ہو سکی۔ بعد میں اسماعیل گسپر الی کے نوجوان انقلابی پیروکاروں نے جو 'نوجوان تاتار' کے نام سے مشہور تھے تاتاریوں کی سیاسی اور سماجی حالات کو تبدیل کرنے کے لئے تحریک شروع کی۔ اس تحریک سے وابستہ افراد، روسی قوم پرستوں اور سلطنت عثمانیہ کے نوجوان ترک تحریک سے متاثر تھے۔ یہ لوگ کریمیا کو تاتاریوں کا آبائی وطن قرار دیتے تھے۔

دوسری جنگ عظیم کے شروع ہونے پر کریمیا کے تاتاریوں کا سوویت یونین کے علی الرغم اپنے کریمین وطن سے شدید جذباتی لگاؤ پیدا ہوا۔ یہ رجحان تاتاریوں کے ساتھ اسٹالن کے انسانیت سوز سلوک کے باعث پروان چڑھا۔ چنانچہ جب ۱۹۴۱ء میں جرمن فوج روسی سرحدوں کو روندتی ہوئی روسی علاقے میں دور تک اندر گئی تو سرحدی تاتاریوں نے اسے ایک نجات دہندہ فوج خیال کرتے ہوئے ان کا ساتھ دیا۔ اس طرح دونوں طرف سے لڑتے ہوئے ہزاروں تاتاری جنگ کے شعلوں کی نذر ہو گئے۔ ۱۹۴۴ء میں جب روسی فوجوں نے جرمنوں کو اپنی سرحدوں سے باہر نکالا تو کریمیا کے تاتاریوں کے خلاف زبردست انتقامی کارروائی کا آغاز ہوا اور من حیث القوم تاتاریوں پر غداری کا الزام لگاتے ہوئے لاکھوں افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ ان کی جمہوریہ توڑ دی گئی اور کریمیا کو تاتاریوں سے پاک کرنے کے منصوبے پر عملدرآمد کرتے ہوئے روسی حکومت نے ۱۸ سے ۶۰ سال تک تمام صحت مند مردوں کو جلا وطن کرنے کے احکامات جاری کئے۔ چنانچہ نہایت انسانیت سوز طریقوں سے تاتاریوں کو وسط ایشیا کی طرف دھکیل دیا گیا۔ کریمیا سے وسط ایشیا تک کے طویل سفر میں بہت سے تاتاری کسمپرسی کے عالم میں بھوک و پیاس اور بیماریوں کی وجہ سے موت سے ہم آغوش ہوئے۔ تاتاریوں کے اعداد و شمار کے مطابق ان کی تعداد ایک لاکھ دس ہزار کے لگ بھگ تھی۔ ادھر کریمیا میں تاتاریوں کے خالی کردہ گھروں میں لاکھوں روسی آباد کر دیے گئے اور اس سرزمین پر تاتاریوں کی عظمت و سطوت کے تمام نشان بری طرح سے مٹا دیے گئے۔

اس صورت حال میں اس وقت بتدریج تبدیلی آنا شروع ہوئی جب ۱۹۵۳ء میں اسٹالن کے بعد خروشیف نے اشتراکی حکومت کا زمام کار سنبھالا۔ ۱۹۵۶ء میں کمیونسٹ پارٹی کی

بیسویں کانگریس کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے اس نے نام نہاد سزا یافتہ قوموں کے مسائل کا ذکر کیا اور تین قومیتوں کے علاوہ باقی سب کو سرکاری طور پر اپنے خود مختار علاقوں میں واپس آنے کی اجازت دے دی۔ ان تین قومیتوں میں تاتاری بھی شامل تھے۔ اس اعلان سے جلاوطن تاتاری آگ بگولہ ہو گئے۔ چنانچہ صورتحال کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے روسی حکومت نے تاتاریوں کیلئے بھی کچھ مراعات کا اعلان کیا۔ لیکن تاتاریوں نے ان مراعات کو مسترد کرتے ہوئے اپنے آبائی وطن کی جانب واپس لوٹنے کے لئے نئی حکمت عملی مرتب کی اور منظم جدوجہد شروع کی۔ تاتاریوں نے سوویت قوانین کے اندر رہ کر یہ تحریک چلائی۔ اس تحریک کی قیادت مصطفیٰ دیز میلوف کر رہا تھا، جو طویل عرصے تک نظر بند رہنے کی وجہ سے وسط ایشیا کا نیلسن منڈیلا مشہور ہو گیا تھا۔ تاتاریوں کی تحریک دن بدن پھیلتی رہی یہاں تک کہ کمیونسٹ پارٹی کی تیسویں کانگرس کے موقع پر ایک لاکھ بیس ہزار تاتاریوں نے عالی وطن اور کریمیا میں دوبارہ آباد کاری کے سلسلے میں ایک اپیل پر دستخط کئے۔ ۲۱ جولائی ۱۹۲۷ء میں چار سو افراد پر مشتمل کریمیا کے تاتاریوں کی ایک کمیٹی کو کریملن کے اعلیٰ عہدیداروں سے ملاقات کرنے کی اجازت دی گئی جن میں KGB کے چیئرمین یوری اندریوف بھی شامل تھا۔ تاتاریوں کو ان ملاقاتوں سے کافی امیدیں وابستہ تھیں لیکن کچھ عرصہ بعد جاری ہونے والے سپریم پریزیڈیم کے حکم نامے میں تاتاریوں کے عالی وطن کے مطالبے کو قبول کرنے کی جائے وسط ایشیا میں زیادہ سے زیادہ حقوق دینے کا فرمان صادر کیا گیا۔ اس طرح کریملن کے آقاؤں نے بیک جنبش قلم تاتاریوں کے وطن واپس لوٹنے کا خواب پریشان کر دیا۔ اس کے جواب میں تاتاریوں نے زبردست رد عمل کا اظہار کیا۔

گورباچوف کے برسر اقتدار آنے کے بعد گلاس ناسٹ اور 'پرسٹرائیکا' کی پالیسیوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جولائی ۱۹۸۷ء میں تین سو سرگرم تاتاریوں نے ماسکو کے ریڈ سکوائر میں زبردست احتجاجی مظاہرہ کیا۔ انہوں نے 'مادر وطن یا موت' کے الفاظ پر مشتمل کتبے اٹھا رکھے تھے۔ پوری دنیا میں تاتاریوں کے اس مظاہرے کی دھوم مچ گئی۔ آخر کار کریملن کی انتظامیہ کو تاتاریوں کے ملی جذبے کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پڑے اور تاتاریوں کو کریمیا واپس جانے کی اجازت دے دی گئی۔ تاتاریوں نے فوری طور پر اپنے خوابوں کی سرزمین میں بسنے کے لئے رخت سفر باندھا اور مئی ۱۹۹۰ء میں پانچ لاکھ کی جلاوطن آبادی میں سے ایک لاکھ بیس ہزار افراد بغیر کسی منصوبہ بندی کے اپنے آبائی وطن جا پہنچے۔ تاتاریوں کی وطن واپسی کے عمل کو منظم بنانے کے لئے تاتاریوں کی تمام قوم پرست تنظیمیں نیشنل تاتاری موومنٹ کی شکل

میں متحد ہوئیں اور مصطفیٰ دیز میلوف کی قیادت میں تاتاریوں کی دوبارہ بحالی کا آغاز ہوا۔ چونکہ تاتاریوں کی وطن سے بے دخلی کے بعد کریمیامیں روسی اور یوکرائنی آباد کیئے جاچکے تھے اس لئے مقامی حکام نے ان کو تاتاریوں کے خلاف بھڑکایا اور اس سلسلے میں مختلف خدشوں کا اظہار کیا۔ مقامی بیوروکریسی نے تاتاریوں کی دوبارہ بحالی کے عمل میں کافی رکاوٹیں کھڑی کیں اور ان کو اسلامی بنیاد پرستوں کا نام دیتے ہوئے علاقے کے امن کے لئے خطرہ قرار دیا۔ لیکن سخت جان تاتاریوں نے نچیسارے کے شہر میں ۱۹۹۱ء میں دوسری کانگریس کے موقع پر ایک دفعہ پھر اپنا تاریخی قومی ترانہ گایا اور تاتاری ریاست کا پرچم لہرایا، ایک مستقل پارلیمنٹ تشکیل دی گئی اور مصطفیٰ دیز میلوف کو اس کا چیئرمین مقرر کر دیا گیا۔

۱۹۹۱ء میں تاتاریوں نے جو کل آبادی کا ۱۰ فیصد سے بھی کم ہیں، ایک دو قومی پارلیمنٹ تشکیل دینے کی تجویز پیش کی۔ لیکن ۱۹۹۴ء میں ان کو ۹۶ رکنی پارلیمنٹ میں ۱۴ نشستیں دی گئیں۔ اگرچہ ابھی تک تاتاریوں کو کریمیا میں قابل ذکر سیاسی حیثیت حاصل نہیں لیکن تاتاری اپنے آباؤاجداد کی سرزمین میں اپنی بازیافت کے عمل میں مصروف ہیں۔

تاتاریوں کی کریمیا میں دوبارہ آباد کاری کی مخالفت کرنے والے عناصر، تاتاریوں کی دوبارہ آمد کو یورپ میں ایک اسلامی مرکز کے قیام سے تعبیر کرتے ہیں لیکن جو لوگ کریمیا کے تاتاریوں کے قوم پرستانہ پس منظر سے واقف ہیں انہیں اس پروپیگنڈے میں کوئی حقیقت نظر نہیں آتی۔ کیونکہ تاتاریوں کی موجودہ نسل اشتراکی روس کے ان تعلیمی اداروں میں پروان چڑھی ہے جس کا بنیادی مقصد ہی مذہب کی تکذیب کرنا تھا۔ ان کے لئے اپنے معاشرے میں اسلام کو متعارف کرانے کی اہمیت صرف اتنی ہے کہ اس طریقے سے وہ سلاوک اکثریت میں جذب ہونے سے بچ جائیں گے۔

الغرض کریمیا کے محدود علاقے میں دوبارہ آباد ہو جانے کی وجہ سے تاتاری بہتر طریقے سے اپنی زبان اور ثقافت کا تحفظ کر سکیں گے اور نسلی بنیادوں پر تشکیل شدہ ایک جاندار قوم کی حیثیت سے نمو پائیں گے۔ اپنے وطن سے افسانوی محبت کی وجہ سے تاتاریوں نے آدھی صدی تک منظم نسل کشی کے باوجود اپنے تشخص کا نہایت ثابت قدمی کے ساتھ تحفظ کیا ہے۔ تاتاریوں کی سخت جانی کو دیکھ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر کرہ ارض پر کوئی قوم تصور میں تحلیل ہونے کے بعد دوبارہ حقیقت کی صورت میں جلوہ گر ہو سکتی ہے تو وہ کریمیا کی تاتاری برادری ہی ہے۔